إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (القرآن)

تواتر عملی یا حیلہ جدلی

الشیخ العرب والعجم علامہ السید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

مکتبۃ الدعوۃ السلفیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (القرآن)

تواتر عملی یا حیلہ جدلی

تالیف

شیخ العرب والعجم علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

ناشر

مکتبۃ الدعوۃ السلفیۃ

میمن کالونی، ٹنڈو باگو ضلع حیدر آباد، سندھ۔

سلسلہ مطبوعات دعوۃ السّلفیہ ۲۴

نام کتاب	:	تواتر عملی یا حیلہ جدلی
مصنف	:	شیخ العرب والعجم علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدیؒ
تقدیم	:	پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ
تعداد	:	1100 گیارہ سو
اشاعت دوم	:	جنوری 2001ء
قیمت	:	20 روپے
ناشر	:	مکتبۃ الدّعوۃ السّلفیّۃ میمن کالونی ٹنڈو میاری

ملنے کا پتہ :

مکتبۃ الدعوۃ السّلفیہ

بالمقابل جامع محمدی مسجد اہل حدیث

قلعہ دروازہ حیدر آباد سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ!

اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے انسان ذات کی ہدایت کیلئے اپنی طرف سے آفاقی پیغام ہدایت دے کر انبیاء کرام ورسل عظام کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے اس تعلیم کے اصول و مبادی کی توضیح و تشریح فرمائی اور اس میں کسی اور کے آراء و قیاس کے دخل کے تمام راستے مسدود کر دیئے تاکہ کوئی بھی دین متین میں اپنی من مانی تاویلیں نہ کرسکے اور کرے بھی تو اس کو قبولیت نے یہ کہہ کر منع کردیا کہ:

وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ‌ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ (آل عمران: ۸۵)

"اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھائے گا۔"

یہی سبب ہے کہ جب بھی دین متین و شریعت محمدی ﷺ میں اس قسم کی دخل اندازیاں ہوئیں تو اھل حق علماء ان کی بیخ کنی کے لئے میدان کارزار میں اتر آئے اور ان کا قلع قمع کر کے ہی دم لیا۔

نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد جب بھی کسی فتنہ نے سر اٹھانے کی کوشش کی تو ہر دور میں علماء کرام نے زبان و قلم سے ان کے خلاف جھاد کیا۔ ایسا ہی ایک فتنہ 1980 میں کراچی سے رونما ہوا۔ جس کے بانی مسعود احمد بی ایس سی تھے۔ جس نے سب سے پہلے قرآن و حدیث کے روح پر وار کیا۔ اور اس میں من مانی تاویلیں کر کے سادہ لوح عوام کو اپنا ہموا بنانے کی کوشش کی اور قرآن و سنت

کی متبع جماعت (جماعت اہل حدیث) کو نشانہ بنایا اور سلف صالحین اور ائمہ مجتھدین و محدثین کے خلاف زبان درازی کی اور اپنے علاوہ تمام امت مسلمہ پر کفر کا لیبل لگانے کی ناپاک کوشش کی، سلف کے اصولوں کے خلاف اپنے اصول وضع کیے۔

بقول پروفیسر عبداللہ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ :

"فقہی اصول ان کے اپنے ہیں، جن کے تحت وہ نت نئے مسائل گھڑتے رہتے ہیں۔ بظاہر وہ قیاس کے منکر ہیں لیکن جب مطلب ہوتا ہے تو ابلیسی قیاس سے بھی دریغ نہیں کرتے۔" (جماعت المسلمین اور اہل حدیث : ۳)

انہوں نے ایسا ہی ایک اصول تواتر عملی نامی وضع کر کے وضع الیدین بعد الرکوع والوں کو ہدف تنقید بنایا۔ جبکہ وہ خود کتاب صلوٰۃ المسلمین اور تفہیم الاسلام وغیرہ میں اس اصول (تواتر عملی) کی تردید کر چکے ہیں ۔ لیکن اپنے مطلب کی خاطر اپنے ہی مؤقف کی دھجیاں اڑا دیں۔ بقول کسی کہ :

"اپنے ہی ہاتھ سے اپنے آشیانہ کو آگ لگادی۔"

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کو جنہوں نے مسعود بی ایس سی کے اس مصنوعی مذہب اور اس کے اصولوں کا قلع قمع کیا اور خصوصاً اس تواتر عملی کو ۳۱ وجوہات سے رد کردیا۔

یہ رسالہ کچھ عرصہ پہلے علامہ عبداللہ ناصر رحمانی (امیر جمعیت اہل حدیث سندھ) کے مقدمہ کے ساتھ کراچی سے شائع ہوا تھا جو کافی عرصہ سے ناپید تھا، اس کی افادیت کے پیش نظر مکتبۃ الدعوۃ السّلفیہ میمن کالونی ٹنڈو جام...

شاہ صاحب مرحوم کے لئے نجات اور ہمارے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

والسلام

خادم العلم والعلماء

عبدالرحمٰن میمن

مدیر مکتبۃ الدعوۃ السّلفیہ

میمن کالونی ٹیاری ضلع حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃوالسلام علی اشرف الانبیآء والمرسلین و علی آله وصحبه وا هل طاعته الی یوم الدین ۔

اما بعد!

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زیر نظر رسالہ موسومہ "تواتر عملی یا حیلہ جدلی" استاذی المکرم علامہ السید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی (رحمہ اللہ) کی تصنیف ہے۔ رسالہ کے عنوان ہی سے ظاہر ہے کہ کسی بھی مسئلہ کیلئے تواتر عملی کی دلیل کا سہارا لینا، بالخصوص اسوقت جبکہ اس کے مقابلہ میں نبی ﷺ کی حدیث موجود ہو۔ جدال و خصومت کے حیلے کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ دلیل بالکل بے حقیقت اور بے اصل ہے۔

جماعت المسلمین کے امیر جناب مسعود احمد صاحب بی - ایس - سی نے اپنی کتاب "صلوٰۃ المسلمین" میں اس قسم کی دلیل کا سہارا لیا ہے اور اس کچے سے دھاگے پر "ارسال الیدین بعد الرکوع" کی بنیاد قائم کرنے کی کوشش کی ہے، ان کااس دلیل سے استدلال قطعاً تعجب خیز نہیں ہے۔ جس قسم کا ان کا ذہن ہے اس سے ہر ندارت کی توقع رکھنی چاہیئے، جہاں اور بہت سے شذوذو تفردات ہیں اور جہاں اور کئی مقامات پر وہ مختلف مناقضات کا شکار ہوئے ہیں وہاں ایک اضافہ اور سہی، یہ سب علمی ثقاہت و پختگی سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ جن کا علم سطحی ہوگا وہ اس قسم کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ تواتر عملی سے استدلال صرف منکرین حدیث کا ہتھکنڈہ تھا۔

ان سے کہا جاتا کہ قرآن حکیم میں تمام احکام اجمالی ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ لیکن ان کی تفصیلات سے آگاہی کیلئے لامحالہ حدیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ وہ جواب میں فوراً تواتر عملی اور تسلسل عملی کا سہارا لے لیتے ہیں۔ گویا انکار حدیث کی فکر کو تقویت دینے کیلئے منکرین حدیث نے تواتر عملی کا بت تراشا۔

خود جب برق صاحب نے "دواسلام" میں تواتر عملی کا سہارا لیا تو مسعود صاحب نے "تفہیم الاسلام" میں برق صاحب کی اس دلیل کا خوب تعاقب کیا اور تواتر عملی کی دلیل کو بے وزن اور لغو قرار دیا اور اس کے مقابلے میں ان احادیث کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی جو روایتاً محفوظ اور منضبط ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا؟ کل تک اگر تواتر عملی کی دلیل سے منکرین حدیث نے استدلال کیا تو وہ مسعود صاحب کی زبان سے مطعون اور مردود قرار پائے اور آج محض اپنی مطلب براری، اپنی خواہش کی تکمیل، اور ہوئ نفس کی تسکین کی خاطر مسعود صاحب اپنے آپ کو منکرین حدیث سے بھی انتہائی خسیس اور ذلیل درجے سے نیچے گرانے پر مجبور ہوگئے۔

منکرین حدیث نے اگر تواتر کا سہارا لیا ہے تو ان کے پاس ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ وہ حدیث کو نہیں مانتے۔ لیکن مسعود صاحب کو ایسی کونسی مجبوری لاحق تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ تحقیق کے نام پر خواہشات نفس کی ترجمانی کا انتہائی بدترین مظاہرہ اور نمونہ ہے۔

اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ (الجاثیہ: ۲۳)

"بھلا آپ نے اس کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو الٰہ بنایا ہے۔"

عرض کرچکا ہوں کہ ارسال الیدین کو ثابت کرنے کیلئے تواتر عملی کا سہارا اگر منکرین حدیث لیتے تو کوئی تعجب نہ ہوتا۔ جو حدیث کو مانتے ہیں ان کیلئے وضع الیدین بعد الرکوع کی مشروعیت پر صحیح بخاری اور سنن نسائی کی حدیثوں کا عموم کافی ہے۔ مسعود صاحب کو چاہئے تھا کہ یا تو ان حدیثوں کے عموم کو توڑنے کیلئے کوئی مخصص تلاش کرکے لاتے اور یا پھر مخصص کے نہ ملنے کی صورت میں ان کے عموم کو تسلیم کرکے حدیث رسول کی حکمرانی قبول کر لیتے۔ لیکن افسوس! ایسا نہیں ہوا۔

یقیناً انہوں نے مخصص تلاش کیا ہوگا۔ لیکن وہ مخصص کہاں سے لاتے یہاں تو بڑے بڑے علماء عاجز آچکے ہیں۔ نہ کوئی لاسکا ہے اور نہ ان شآء اللہ کوئی لاسکے گا۔

وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل: ۸۸)

"خواہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔"

مخصص کے نہ ملنے کی صورت میں حدیث کے عموم کو تسلیم کیئے بغیر کوئی چارۂ کار باقی نہیں تھا۔ مگر چونکہ یہ صورت نفس کی خواہش کے خلاف تھی لہذا اس سے صرف نظر کرکے اپنے ضمیر کے خلاف، اپنے مسلک کے خلاف اور اپنے عقیدے کے خلاف ایک ایسی دلیل کا سہارا لیا، جس دلیل کا سہارا منکرین حدیث لیتے ہیں اور جس دلیل کا سہارا لینے پر وہ منکرین حدیث، کا رد بھی کرچکے ہیں۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ قلم کی روانی میں نبی ﷺ پر بھی افتراء قائم کرگئے۔

چنانچہ فرماتے ہیں :

"آبائی تقلید میں وہ عمل گمراہی ہوتا ہے جس کا سلسلہ کسی نبی تک نہیں پہنچتا ہو......"

نیز فرماتے ہیں :

جو کام رسول ﷺ سے عملاً متواتر چلا آرہا ہو...... الخ ان عبارات سے مسعود صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ارسال الیدین کا سلسلہ نبی علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اور نیز یہ کہ ارسال الیدین بعد الرکوع نبی علیہ السلام سے ثابت ہے۔

کتنا بڑا افتراء اور اتہام ہے۔ مسعود صاحب کس حدیث کے ذریعے آپ ارسال الیدین کے عمل کو نبی علیہ السلام تک پہنچائیں گے؟ اور وہ بھی متواتر حدیث ؟ وہ حدیث آپ نے کیوں نہیں ذکر فرمائی؟ اور ایسی کونسی مجبوری یا پریشانی تھی جس نے حدیث کے ترک کرنے اور تواتر عملی جیسی موہوم اور لایعنی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور کردیا۔

القصہ! مسعود صاحب اپنی اور اپنے مریدین کی خواہش کی تکمیل کی خاطر تین فحش غلطیاں کرگئے۔

(۱) وضع الیدین بعد الرکوع کی احادیث کا انکار۔

وهو ثابت باحاديث كثيرة منها عموم حديث وائل بن حجراخرجهٗ النسائى فى سننه بسند ثابت و منها عموم حديث اخرجه البخارى فى صحيحه من حديث سهل بن سعد و الاستدلال بالعمومات امر مسلم متفق عليه بين العلماء

(۲) دوسری غلطی یہ کرگئے کہ ارسال الیدین بعدالرکوع کی نسبت نبی علیہ السلام تک کردی اور وہ بھی حدیث متواتر کے ذریعے

وقد ثبت عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالتواتر انہ قال: من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار (مسلم کتاب الایمان)

یہ بات نبی ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"جس نے میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

(۳) تیسری غلطی یہ کہہ کر کی۔ "لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ رکوع کے بعد کبھی ہاتھ باندھے ہی نہیں گئے ہمیشہ ہاتھ چھوڑے گئے۔۔۔۔ الخ"

کتنی بڑی جسارت ہے اور کتنا بڑا جھوٹ ہے کتبِ حنابلہ اور محلی ابن حزم کا مطالعہ کیجئے۔ بڑے ثقہ محدثین وضع پر عمل کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

بہر حال میں اس مقدمہ کو طول دینا نہیں چاہتا۔ زیر نظر رسالہ میں محترم شاہ صاحب نے جناب مسعود صاحب کی تواتر عملی والی دلیل کا انتہائی تفصیلی تجزیہ فرمایا ہے۔ اور اکتیس (۳۱) وجوہات سے اس موہوم دلیل کا باطل ہونا ثابت کیا ہے۔ اس سے پہلے "انہی کا منہ انہی کا طمانچہ" کے مصداق مسعود صاحب کی عبارات سے ہی تواتر عملی کا باطل اور غیر مؤثر ہونا ثابت فرمایا ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے جہاں تواتر عملی کی دلیل کی حقیقت واضح ہوجائیگی۔ وہاں جماعت المسلمین کے امیر صاحب کے مناقضات کا ایک نمونہ اور جھلک بھی نظر آئیگی۔

اللہ تعالیٰ محترم شاہ صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے، اور ہم سب کو دین حق سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین

والسلام

عبد اللہ ناصر رحمانی

(امیر جمعیت اہل حدیث سندھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد!

رکوع کے بعد قیام کی حالت میں ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر ہم مختلف رسائل لکھ چکے ہیں اور یہ مسئلہ بھی الحمدللہ مبرہن ہو چکا ہے اور نہ باندھنے والوں کے پاس اب سواء حیلہ اور آئیں بائیں شائیں کے کچھ بھی نہیں ہے، خاص طور پر ایک موہوم دلیل کا نام لیتے ہیں جس کا نہ سر ہے نہ پیر اور اس کا نام ہے۔ "تواتر عملی"۔

ہم اس دلیل پر ایک مختصر رسالہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں امید ہے کہ اہل انصاف اس دلیل کی حقیقت معلوم کریں گے۔

ناظرین! ایک مصنف لکھتا ہے۔

رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے والوں سے ایک فیصلہ کن سوال

ہاتھ باندھنے والوں کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے۔ ہم اسے تسلیم کئے لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہاتھ باندھتے تھے تو صحابہ کرام بھی ہاتھ باندھتے ہونگے پھر تابعین بھی ہاتھ باندھتے ہونگے۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ آگے چلتا رہا ہوگا۔ ہمارا سوال یہ کہ ہمیں وہ موڑ بتایا جائے جس موڑ پر پہنچ کر لوگوں نے ہاتھ باندھنے کے فعل کو یک لخت چھوڑ دیا، کسی ایک نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی، نہ محدثین نے اس سلسلہ میں کوئی جز تالیف کیا اور نہ اپنی کتابوں میں اس مضمون پر باب باندھے۔ ہر سنت جب چھوڑی گئی اس کے خلاف آواز اٹھی، اختلاف ہوا۔ لیکن یہ کیسی سنت تھی کہ سب نے اسے چھوڑ دیا اور کسی ایک نے بھی اس ترکِ سنت کے خلاف آواز نہیں اٹھائی ایک متواتر سنت کو چھوڑ کر خلاف سنت عمل شروع کردیا۔ سنت کی جگہ بدعت نے لے لی اور سب خاموش رہے، یہ کیسے ممکن ہے؟

خلاصہ

ہم نے جس موڑ کے متعلق سوال کیا ہے ظاہر ہے کہ ہاتھ باندھنے والوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ باہمی مذاکرہ میں وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکے، لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ رکوع کے بعد کبھی ہاتھ باندھے ہی نہیں گئے، ہمیشہ ہاتھ چھوڑے گئے۔ اور یہی عمل رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے قرناً بعد قرنٍ اور نسلاً بعد نسلٍ تسلسل اور تواتر کے ساتھ منتقل ہوتا رہا اور آج اسی تواتر عملی پر ہمارا عمل ہے جو کام رسول اللہ ﷺ سے عملاً متواتر چلا آرہا ہو۔ اس پر آبائی تقلید کا طعن اہل علم کے شایان شان نہیں۔ آبائی تقلید میں وہ عمل گمراہی ہوتا ہے جس کا سلسلہ کسی نبی تک نہیں پہنچتا ہو۔ مزید برآں ہاتھ چھوڑنے کا عمل پوری امت کا متواتر عمل ہے اس کو آبائی تقلید سے دور کا بھی واسطہ نہیں (صلوٰۃ المسلمین ص ۴۸۸ تا ۴۹۱ سال طباعت ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۲ء شائع کردہ جماعت المسلمین۔ ۵۹۱/۲ منصورہ کراچی۔ ۳۸۰۳)

ناظرین! تفصیلی جواب سے پہلے خود اس مصنف کی طرف سے جواب، جو گرما گرم ہے، پیش کیا جاتا ہے۔

غلط فہمی

دوم: رسول اللہ ﷺ کو لاکھوں مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا۔ انہیں کروڑوں نے، اور یہ سلسلہ ہم تک پہنچ گیا، کیا ان ارب کھرب انسانوں کی شہادت کافی نہیں؟ کیا دیہاتی مسلمان صحیح بخاری سے نماز کا طریقہ سیکھا کرتے ہیں؟ جس طریقہ سے ہمارے آباء واجداد نماز ادا کرتے رہے، ہم نے وہ سلسلہ جاری رکھا اور اب ہماری (اولاد) ہماری نقل اتار رہی ہے۔ یہاں صحیح بخاری کی ضرورت ہی کہاں پیش آتی ہے. کشمیر کی ساری وادی میں غالباً صحیح بخاری کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہوگا، پھر بھی وہ نہایت صحت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (دو اسلام : ۱۲۵)

ازالہ

یہ جواب خود برق صاحب کے خلاف ہے، یعنی حدیث کی کتابت، حدیث کی حفاظت کے لئے لازمی شے نہیں، بلکہ حدیث پر جو عمل تواتر سے ہر زمانہ میں ہوتا رہاہی اس کی اصل حفاظت ہے اور یہ ایسی حفاظت ہے کہ تقریباً پورا قرآن مجید اس حفاظت میں احادیث کی برابری نہیں کرتا، برق صاحب کی اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحیح بخاری ہو یا نہ ہو، احادیث عملاً محفوظ ہیں اور جس طرح آج تواتر کی وجہ سے محفوظ ہیں صحیح بخاری کی تالیف سے پہلے بھی تواتر کی وجہ سے اسی طرح محفوظ تھیں، لہٰذا یہ اعتراض کہ صحیح بخاری کی تالیف سے پہلے ڈھائی سو سال گذر چکے تھے، اس طویل زمانہ میں حفاظت حدیث کا کوئی انتظام نہ تھا، اور یہ کہ تمام احادیث غیر محفوظ تھیں اس لئے ناقابل اعتماد ہیں۔ خود بخود کالعدم ہوجاتا ہے، اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ صحیح بخاری کی تالیف کے وقت بھی احادیث عملی تواتر کی وجہ سے محفوظ تھیں. امام بخاری نے انہی محفوظ احادیث کو روایۃً اور سنداً بھی محفوظ کرلیا ،اور حقیقت تو یہ ہے کہ امام بخاری پہلے آدمی نہیں ہیں، جنہوں نے احادیث کو لکھ کر محفوظ کرلیا بلکہ ہر دور میں یہ کام تواتر سے ہوتا رہا، اور احادیث روایۃً بھی تواتر کے ساتھ نقل ہوتی رہیں۔ الا ماشآء اللہ

سوال

برق صاحب! مالکی اور شیعہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں اور باقی فرقے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ مالکیوں اور شیعوں نے یہ طریقہ سلسہ بسلسلہ اربوں، کھربوں انسانوں کے عملی تواتر سے اخذ کیا باقی فرقوں نے بھی اپنا طریقہ عملی تواتر سے حاصل کیا، تو اب بتایئے کونسا عمل صحیح تواتر ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک صحیح ہے دوسرا غلط، تو کیا پھر تواتر کی اہمیت کچھ باقی رہ جائے گی؟ حالانکہ آپ نے

اپنے اعتقاد کی ساری عمارت تواتر کی بنیاد پر ہی کھڑی کی ہے، اگر آپ فرمائیں کہ دونوں تواتر صحیح ہیں تو پھر کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ کبھی دوسرے تواتر پر بھی آپ نے عمل کیا، اگر نہیں تو کیوں؟ کیا ایک طریقہ کو اختیار کرنا اور دوسرے کو مطلقاً چھوڑ دینا مناسب ہے؟

برق صاحب! پھر ان متواتر اعمال میں بعض ایسے بھی ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مثلاً ایک ہی چیز ایک فرقہ کے ہاں حرام ہے، دوسرے کے ہاں حلال، ایک ہی چیز ایک فرقہ کے ہاں پاک ہے دوسرے کے ہاں ناپاک، ایک فرقہ کے نزدیک زیور پر زکواۃ فرض ہے، دوسرے کے ہاں نہیں۔ تو اب بتایئے کیا دونوں تواتر صحیح ہیں؟ حلال بھی عملی تواتر سے ثابت ہے، اور حرام بھی عملی تواتر سے ثابت ہے، اور دونوں صحیح یہ کس قدر مضحکہ خیز ہے، اس مضحکہ خیز اختلاف کو دور کرنے کا ایک طریقہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان احادیث کو دیکھا جائے جو روایۃً محفوظ اور منضبط ہیں کہ آخر وہ کس کی تائید کرتی ہیں، بس جس کی وہ تائید کریں وہ صحیح ہے اور دوسرا غلط ہے، یہ ہے وہ مقام جہاں کتب حدیث کی ضرورت پڑتی ہے، اور ان کے بغیر چارہ نہیں۔ دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ عملی تواتر کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں مثلاً تعزیہ پرست تعزیہ کو عملی تواتر کا درجہ دیتے ہیں۔ وہ جب جواب دیتے ہیں تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہمارے آباء واجداد سے ایسا ہوتا آیا ہے لہٰذا ہم تو یہی کرینگے خواہ آپ ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کریں یا احادیث سنائیں، ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور اگر ہوگا تو اس صورت میں ہوگا کہ وہ اپنے عملی تواتر کو مسترد کردیں۔

برق صاحب کا یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ وادی کشمیر میں صحیح بخاری کا کوئی نسخہ موجود نہیں، صحیح بخاری تو کیا وہاں کے کتب خانوں میں، صحاح ستہ تک محفوظ ہیں، اور نہ صرف کتب خانوں میں بلکہ بہت سے علماء کے پاس یہ کتابیں موجود ہیں۔

پھر یہ خیال بھی صحیح نہیں، کہ کشمیری نہایت صحت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، صحت تو کجا سو میں سے ایک بھی بمشکل صحیح نماز پڑھ سکتا ہے، جہالت، تقلیدی بندشوں اور تغافل کا دور دورہ ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (الروم : ۳۲)

"ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔"

کا نقشہ نظر آتا ہے۔ (تفہیم الاسلام ص ۲۲۳ تا ۲۲۴ اشاعت ثانی سال طباعت ۱۹۸۲ مطابق ۱۴۰۲ھ شائع کردہ جماعت المسلمین)

ناظرین! اب دونوں عبارتوں کو بار بار پڑھیں ایک اونچی عمارت بنا کر خود اسکو گراتے ہیں خود دعویٰ کرتے ہیں خود فرماتے ہیں کہ !

"عملی تواتر کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں"

پھر عملی تواتر کو ارسال کے لئے بطور دلیل پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور فرماتے ہیں کہ :

"تعزیہ پرستی وغیرہ کرنے والوں کی دلیل بھی اس قسم کی ہے۔"

ثابت ہوا کہ ارسال اور تعزیہ پرستی کرنے والوں کی دلیل ایک قسم کی ہے اور خود مانتے ہیں کہ شیعہ اور مالکی وغیرہ جو رکوع سے پہلے ہاتھ کھول کر پڑھتے ہیں ان کی دلیل بھی تواتر عملی ہے اسی طرح سب فرقوں کی دلیل تواتر عملی ہے۔ پھر ارسال والوں نے اس سے استدلال کیا تو کونسی بڑی بات ہے اور خود فرماتے ہیں کہ :

"تعزیہ والوں سے جب پوچھا جاتا ہے تو یہی جواب دیتے ہیں۔"

تو معلوم ہوا کہ ارسال والوں نے انہی سے اخذ کیا ہے۔ فالمقلد ذھل والمقلد جھل۔

الغرض : اس دلیل کی تردید کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ خود اس سے استدلال کرنے والا کئی وجوہ سے اس کو رد کرتا ہے اب اس کے بعد ہم صلوٰۃ المسلمین کی عبارت کا

جائزہ لیتے ہیں۔

اولاً: تواتر کیلئے شرط ہے کہ مسموع ہو یعنی جو دعویٰ کرتا ہے وہ اپنے استاد سے سنا نقل کرے اور وہ اپنے استاد سے اور وہ دوسرا اپنے استاد سے یہاں تک کہ یہ سلسلہ صحابہ کرام تک پہنچے اور ایک دوسرے سے سنتے آئیں کہ رکوع کے بعد ہاتھ کھولنے چاہییں یا مشاہدہ ہو یعنی ارسال کا مدعی ثقہ اور معتبر ہو اور حدیث پر ایمان اور پختہ یقین رکھتا ہو۔ وہ اپنے ثقہ استاد سے نقل کرے کہ وہ رکوع کے بعد ہاتھ کھولتا تھا۔ اور وہ اپنے استاد سے اس طرح دیکھنا نقل کرے یہاں تک کہ سلسلہ مسلسل صحابہ کرام تک پہنچے اور درمیان میں کوئی راوی مجروح یا ضعیف نہ ہو بلکہ سب ثقہ اور معتبر ہوں اسماء رجال کی کتب میں ان کا حال اور تعدیل و توثیق مذکور ہو۔ چنانچہ شرح النخبۃ ص۸ میں ہے:

وان یکون مستند انتهائه الامرالمشاهد اوالمسموع لا ما ثبت بقضية العقل الصرف۔

"اور یہ کہ اس کی استناد کی انتہا کسی امر مشاہد پر یا امر مسموع پر ہو۔ محض عقل سے ثابت نہ ہو۔"

ثانیاً: فقہاء کے نزدیک دلیل چار قسم ہیں:

قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ اگرچہ ان میں بھی اختلاف کرتے ہیں مگر یہ پانچویں دلیل جس کو تواتر عملی کہتے ہیں، کسی نے ذکر نہیں کیا اور ان چار میں سے کسی کا بھی تواتر عملی نام نہیں۔

ثالثاً: اگر کسی تواتر کیلئے اجماع ہے تو یہ خطا واضح ہے اس لیے کہ سلف و خلف میں عمل پایا جاتا ہے، ہمارے رسائل زیادۃ الخشوع وغیرہ اس پر شاہد ہیں۔

رابعاً: رسول اللہ ﷺ کے بعد مسائل بدلتے رہے جس طرح امام ابن قیم اعلام الموقعین ص۷۶ تا ۷۷۳ ج۲ میں ایسے کئی مسائل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

ولو تركت السنن للعمل لتعطلت سنن رسول الله ﷺ ودرست رسومها وعفت آثار ها ، وكم من عمل قد اطرد بخلاف السنة الصريحة علىٰ تقادم الزمان والى الآن وكل وقت تترك السنة ويعمل بخلافها ويستقم عليها العمل فتجد يسيرًا من السنة معمولاً به علىٰ نوع تقصير واخذ بلا حساب ماشآء الله من سنن قد أهملت وعطل العمل بها جملة فلو عمل بها من يعرفها لقال الناس تركت السنة۔"

"پس اگر اس طرح بعد کے عمل لے کر سنتوں کو چھوڑنا شروع کیا تو شاید کوئی سنت بھی تمھارے ہاتھ میں نہ رہ سکے ساری سنتیں اس طرح تو مٹ جائیں گی ان کے نشان بھی ناپید ہو جائیں گے۔ آہ! کس سے کہیں کس کے پاس اپنا دکھ لے جائیں بیسیوں سنتیں ہیں جو اس آڑ میں ترک کردی گئی ہیں، پہلے بھی یہ ہوا ہے اور اب بھی ہورہا ہے۔ دھڑا دھڑ حدیث چھوٹتی ہے اور اس کے خلاف ہر عمل ہوتا ہے پھر وہی عمل جم جاتا ہے اور سنت ان جان بن جاتی ہے۔ بہت کم سنتیں اپنی جگہ پر رہ گئی ہیں ورنہ یا تو خلاف ہوا یا کمی بیشی ہوئی تم بے حساب سنتیں ایسی حالت میں پاؤ گے کہ وہ مہمل اور معطل ہوگئی ہیں ان پر سے عمل چھوٹ گیا ہے، بدعتوں نے کچھ بری طرح اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں کہ آج اگر کوئی نیک دل خدا ترس سنت پر عمل کرنے کو کھڑا ہو تو لوگ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے سنت چھوڑ دی۔"

پس جبکہ ثبوت حدیث سے ہے تو پھر یہ عذر بے کار ہے عمل کیسے چھوٹا کیونکہ حکم ہے کہ:

وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (الاسراء : ۳۶)

"جس بات کی تمہیں خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔"

بلکہ ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ مرفوع احادیث و آثار صحابہ وتابعین میں ارسال کا نہیں بلکہ صرف وضع کا ذکر ملتا ہے۔

خامساً: یہ عذر وہاں معتبر ہوسکتا ہے جس مسئلہ کے متعلق نصوص شرعیہ میں کوئی ہدایت وارد نہ ہو بخلاف مانحن فیہ۔

یہاں چونکہ ہدایت وارد ہے اور عموم بھی ہدایت ہے پس عمل کا چھوٹ جانا یا چھوڑ دینا برابر ہے۔

سادساً: امام احمد بن حنبل کا مذہب اس باب میں اختیار کا ہے، وضع کرے یا ارسال جیسا کہ ہم نے اپنے رسائل میں ذکر کیا ہے اور اعلام الموقعین ۱: ۳۱ میں امام موصوف کا قاعدہ مذکور ہے۔

"الاصل الثالث من اصوله اذا اختلف الصحابة تخير من اقوالهم ماكان اقربها الىٰ الكتاب والسنة ولم يخرج من اقوالهم فان لم يتبيّن له موافقة احد الاقوال حكى الخلاف فيها ولم يجزم بقول"

تیسرا اصول امام صاحب کا یہ تھا کہ جب صحابہ میں کسی مسئلے میں اختلاف پاتے تو جس کا قول آپ کو کتاب وسنت کے قریب معلوم ہوتا لے لیتے لیکن ان اقوال کے باہر نہیں جاتے تھے۔ اور اس صورت میں اگر آپ کو کسی قول کی ترجیح کی کوئی وجہ نہ ملتی۔ تو پھر آپ ان مختلف اقوال کو ذکر کردیتے اور کس قول پر زور نہ دیتے۔ (اعلام الموقعین اردو ۱: ۲۴)

پس امام صاحب کا اختیار دینا بالکل واضح کرتا ہے کہ سلف میں مختلف فیہ عمل تھا اور چھوٹ نہیں گیا تھا۔ دراصل اسطرح تواتر کا دعویٰ کرنا اور ثبوت موجود نہ ہو یہ کوئی شرعی دلیل نہیں کیونکہ یہی تو ان کفار کی دلیل تھی۔

اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَ نَا عَلٰی اُمَّةٍ۔

اگر بقول شما وہی حق ہے جو آپ کہتے ہیں تو ہمارے اسلاف سے یہ عقیدہ کیسے چھوٹ گیا؟ یہ تواتر کا بہانہ تو انہی کا تھا۔

سابعًا: یہ تواتر کا دعویٰ بھی اپنے علم کی بناء پر ہے، نہ کسی روایت کی بناء پر۔

ومن المعلوم ان عدم العلم ليس علما بالعدم.

ثامناً: طلاق ثلاثہ کا مسئلہ لیجئے آٹھویں صدی تک چھوڑ دیا گیا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے اسکو پھر اٹھایا اور امام موصوف اور اس کے تلمیذ رشید دونوں نے باوجود وسیع علم وکثیر اطلاع کے بڑی کوشش کی کہ سلف سے اس کا ثبوت پیش کریں۔ مگر چند محدود ثبوت، مذاہب اربعہ سے ثابت کرسکے۔ اسطرح مسئلہ فیما نحن فیہ میں سلف سے علماء کے اقوال ملتے ہیں مگر جب کہ اصل چیز نصوص میں موجود ہے تو پھر عمل کا جاری رہنا یا نہ رہنا دوسری بات ہے، چھوٹ جانے کے کئی اسباب ہوتے ہیں اور وہ اصل مسئلہ پر اثر انداز نہیں ہونگے۔

تاسعاً: مالکیہ کے ہاں وضع پر عمل بالکلیہ متروکہ ہے تو کیا وہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کا عمل کافی ہے؟ اگر صحابہ و تابعین کا عمل علی الوضع ہوتا تو اہل مدینہ سے کیسے چھوٹ جاتا؟ نہیں یہ عذر ان کا قابل التفات نہیں لہٰذا ہم کہیں گے کہ حدیث موجود ہے، خود موطا میں مروی ہے پھر صحابہ کے آثار موجود ہیں۔ لہٰذا ترک وعدم ترک کوئی چیز نہیں۔ اسی طرح امام محمد بن نصر مروزی رفع الیدین کے متعلق فرماتے ہیں کہ :

اجمع علماء الا مصار على مشروعية ذالك الا اهل الكوفة

(فتح الباری ۲ : ۲۰۔ ۲۱۹ وفی اعلام الموقعین ۲ : ۳۷۶)

کوفے والوں کے علاوہ تمام شہروں کے علماء کا رفع الیدین کی مشروعیت پر اجماع ہے۔

وهو عمل كان رأى عين............ ثم صار العمل بخلافه

مختصراً کیا کوفہ میں صحابہ نہیں تھے تابعین نہیں تھے ؟ لیکن بعد میں یہ عمل کیوں چھوٹ گیا؟

عاشراً: تواتر جس کا نام لیا جارہا ہے وہ بذات خود کوئی دلیل نہیں نہ مدعی کے لئے نہ منکر کیلئے بلکہ اس مسئلہ میں مویّد ہوسکتا ہے، جسکا نصوص شرعیہ سے ثبوت

ہو، نہ کہ وہ بذات خود مستقل دلیل ہے۔

الحادی عشر: امام ترمذی نے ایک حقیقت ذکر کی ہے جو ان کی تحقیق کے مطابق واقعی ایک حقیقت ہے وہ اپنی سنن "الترمذی" کے آخر ص ۲۵۷ کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ:

جمیع مافی هذا الکتاب من الحدیث هو معمول به وبه اخذبعض اهل العلم ماخلاحدیثین حدیث ابن عباس ان النبی ﷺ جمع بین الظهرو العصر بالمدینة والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا سفرولا مطر وحدیث النبی ﷺ انه قال اذا شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعه فاقتلوه وقد بیننا علة الحدیثین جمیعاً فی الکتاب۔

"حدیث میں سے جو کچھ اس کتاب میں ہے وہ معمول بہ ہے۔ بعض اہل علم نے سوائے دو حدیثوں کے اس کے ساتھ تمسک کیا ہے۔ ایک حدیث ابن عباس کی کہ نبی ﷺ مدینہ میں ظہر اور عصر اور مغرب و عشاء کو بغیر خوف، سفر اور بارش کے جمع کیا۔اور نبی ﷺ کی دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ :جب کوئی شراب پیئے تو اس کو کوڑے مارے جائیں پھر بھی اگر چوتھی بار پیئے تو اس کو قتل کردو۔ ہم نے کتاب میں دونوں حدیثوں کی علت بیان کردی۔"

اگر امام موصوف کا یہ قول تسلیم کیا جائے تو کیا اصل حدیث کی صحت پر صرف اس وجہ سے قدح لازم آئے گا؟ حاشاوکلا۔ ہاں اگر کوئی تعلیل کی صورت ہو تو اور بات ہے بلکہ یہاں بھی علامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی (۴: ۳۸۴) پر امام ترمذی کے اوپر بھی اعتراض کیا ہے وہ سنن ترمذی ص۲۵۷ کی آخر میں کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ:

وما طریق ثبوت عدم اخذ اهل العلم به الخ (اہلِ علم نے اسکو نہیں

لیا تو اس کا کیا ثبوت ہے) كذا نقله عن صاحب دراسات اللبيب۔

اس طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ وما طريق ثبوت ترك الوضع بعد الركوع عن الجميع اگر کہو گے نظر نہیں آرہا تو ہم کہیں گے کہ اس بنا پر تو امام ترمذی نے ترک العمل کا ذکر کیا لیکن پھر بھی اس سے ثبوت طلب کیا جارہا ہے بلکہ حدیث الجمع بین الصلوا تین تو صحیح مسلم کی بھی ہے پس ہم پوچھتے ہیں کہ کیسے اس پر عمل چھوٹ گیا۔ فما هو جوابك فهو جوابنا فان قلت قلنا كذالك فيما نحن فيه.سب سے ترک العمل ثابت نہیں بلکہ بعض سے عمل مروی و ثابت ہے۔

الثاني عشر: تواتر کے قائل ارسال کیلئے اجماع کے مدعی ہیں یا اکثریت کے۔

على الاول: وہ مکلف ہے کہ نام گنوائے اسی بناء پر امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ :

مايدعى فيه الرجل الاجماع هوالكذب،من ادعىٰ الاجماع فهو كذاب لعل الناس قد اختلفوا مايدريه ولم ينتبه اليه (الاحكام: ٥٤٢)

اور کسی مسئلے میں اجماع کا دعویٰ کیا جائے تو وہ جھوٹ پر مبنی ہے اور اگر کسی نے کسی مسئلے میں اجماع کا دعویٰ کیا تو وہ جھوٹا ہے ۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کا اس مسئلے میں اختلاف ہو اور اس کا اس کو علم نہ ہو اور وہ اس سے بے خبر ہو ۔

على الثاني: بلکہ سلف میں ایسے کئی مسائل ملتے ہیں کہ ان سے قبل ایسا کوئی قول نہیں ملتا۔ ابن حزم "الا حکام" (ص ۵۴۳) میں فرماتے ہیں کہ :

وقد ذكر محمد بن جرير الطبرى انه وجد للشافعى اربعمائة مسألة خالف فيها الاجماع وهٰكذا القول حرفا حرفا فى اقوال ابن ابى ليلىٰ وسفيان والاوزاعى وزفر وابى يوسف و محمد بن الحسن والحسن بن زياد واشهب وابن الماجشون والمزنى و ابى ثور واحمد واسحاق وداود ومحمد بن جرير مامنهم احد الا وقد صحت عنه اقوال فى الفتيا لا يعلم احد من العلمآء قالها قبل ذالك

القائل ممن سمينا واكثر ذالك فيما لا شك فى انتشاره و اشتهاره۔

"امام طبریؒ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے امام شافعیؒ کے چار سؤ مسائل ایسے پائے ہیں جن میں انہوں نے اجماع کی مخالفت کی ہے۔ اور امام ابن ابی لیلیٰ، سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام زفر، امام ابویوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، حسن بن زیاد، اشہب بن ابن ماجشون، امام مزنی، ابوثور، احمد، اسحاق، ابوداؤد اور محمد بن جریر (رحمهم الله علیه اجمعین) کے اقوال کے متعلق بھی بالکل اسی طرح کی راء ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ میں ایسے اقوال ثابت ہیں، جنہیں ان سے قبل کسی عالم نے نہیں کہا اور ان میں بیشتر اقوال ایسے مسائل میں ہیں، جن کے مشہور ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔"

الثالث عشر: ظاہر ہے کہ یہ انکے اقوال انکے اجتہاد کی بناء پر ہیں اب ان کے اجتہاد کو اسطرح رد کرنا کہاں تک درست ہے ۔جس نص سے انہوں نے یہ مسائل لئے ہیں، ان سے قبل صحابہ یا تابعین سے اس پر عمل کیسے چھوٹ گیا حاشا وکلا۔ یہ بالکل نا معقول سوال ہے۔ ہاں! اگر کوئی نص معارض ہو یا جس نص سے استدلال کیا جاتا ہے اس پر اعتراض ہو یا عموم سے تخصیص کے لئے کوئی اور نص پیش کی جائے نہ کہ ایک موہوم چیز کا سہارا لیا جائے۔

الرابع عشر: ہمارا مسئلہ صریحًا منصوص ہے۔ مندرجہ ذیل دو حدیثوں پر غور فرمائیں۔

(۱) حديث ابى هريرة: ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركوع ثم يقول وهو قائم ربنا لك الحمد (البخارى ۱۰۹:۱ — باب التكبير اذا قام من السجود كتاب الصلوٰة. رقم الحديث. ۷۸۹)

پھر فرماتے سمع الله لمن حمده جب رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے پھر کھڑے ہی ربنا و لك الحمد کہتے۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ بعد الرکوع، کھڑا ہونے والا۔ "قائم" ہے۔ یہ نص صریح ہے، کوئی تاویل نہیں، اشارہ نہیں، اقتضاء نہیں اور کھینچ تان نہیں۔

(۲) حدیث وائل بن حجر: اذا کان قائما فی الصلوٰۃ قبض بیمینہٖ علی شمالہ (النسائی ۱:۹۰) باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ — کتاب الصلوٰۃ رقم الحدیث۔ ۸۸۸)

"وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھتے۔"

یہ حدیث اس بابؔ میں نص صریح ہے کہ نماز میں قائم کیلئے یہی حکم ہے کہ وضع الیمین علی الشمال ہو۔ یہاں بھی کوئی تاویل وغیرہ نہیں نص کیخلاف امت میں اجماع واقع ہوتا یا بالکلیہ وہ متروک العمل ہوجائے یہ ناممکن اور محال ہے۔

کما بینہ فی الاحکام (ص ۴۹۵)

الخامس عشر : المحلی (۴: ۱۱۲ تا ۱۱۴) میں ہے۔

قال ویستحب ان یضع المصلی یدہ الیمنٰی علی کوع یدہ الیسرٰی فی الصلوٰۃ فی وقوفہٖ کلہٖ فیھا۔

"انہوں نے کہا کہ مستحب ہے کہ نمازی ہر وقوف میں اپنا سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ کی کلائی پر رکھے۔"

امام ابن حزم بتصریح بتارہے ہیں کہ نماز میں ہر وقوف، کھڑے ہونے کی حالت میں ہاتھ باندھنے ہیں اس کے بعد مرفوع و موقوف دلائل ذکر کرکے فرماتے ہیں:

وروینا فعل ذالك عن ابی مجلز ابرھیم النخعی وسعید بن جبیر و عمروبن میمون و محمد بن سیرین وایوب السختیانی وحماد بن سلمة انھم کانوا یفعلون ذالك وھوقول ابی حنیفة والشافعی و احمد و داؤد۔ (ایضًا ص: ۱۸)

"ہم نے یہ عمل اہل مجلز ابراھیم النخعی، سعید بن جبیر، عمرو بن میمون، محمد بن سیرین، ایوب السختیانی، حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ یہ عمل کرتے تھے۔ اور یہی ابو حنیفہ اور شافعی اور احمد اور داؤد کا قول ہے۔"

امام موصوف کی اس عبارت سے واضح ہے کہ یہ عملی تواتر ختم نہیں ہوا بلکہ کافی زمانہ تک جاری رہا۔ پس یہ اعتراض بے معنی ہے۔

السادس عشر: علی التقدیر بالفرض ہم تسلیم کرلیں کہ عمل چھوٹ گیا تو کیا اس سے استدلال باطل ہوگا یا حدیث معلول ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ سلف میں کوئی اس کا قائل نہیں تھا، تو بھی کوئی اعتراض نہیں رہتا۔ اس لئے کہ مسئلہ حدیث سے لیا جاتا ہے اجتہاد ہر زمانہ میں جائز اور جاری ہے جب بھی کوئی مسئلہ نصوص سے سمجھ میں آئے، تو قابل عمل ہوگا، اگر روایت معترضین کی نظر میں صحیح نہیں ہے تو اس پر کلام کریں یا استدلال صحیح نہیں تو اس پر تنقید کریں۔ لیکن یہ حق نہیں کہ بقول ان کے اعتراض پایا جاتاہے لہٰذا حدیث سے یہ مسئلہ نہیں نکلتا کیونکہ: "کم ترك الاول للآخر" مسلم ہے۔

اور امام شوکانی ارشاد الفحول (ص: ۲۵۴) میں فرماتے ہیں کہ:

فالاجتهاد على المتأخرين ايسرواسهل من الاجتهاد على المتقدمين ولا يخالف في هذا من له فهم صحيح وعقل سوی۔

"پس! اجتہاد زیادہ آسان ہے متاخرین کیلئے بنسبت متقدمین کے، اور مخالفت نہیں کریگا اس بات میں وہ شخص جس کو صحیح سمجھ اور عقل سلیم ہے۔"

السابع عشر: ایضاً خود معترض کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ اگر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین کا بھی عمل تھا تو یہ تواتر لوگوں سے کیسے ختم ہوا؟ اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ ختم نہیں ہوا ہے اور بخاری شریف میں امام زھری سے مروی ہے کہ:

دخلت على انس بن مالك بدمشق وهو يبكي فقلت:مايبكيك؟فقال لا اعرف شيئًا مما ادركت الا هذه الصلاة وهذه الصلاة قد ضيعت

(کتاب الصلواۃ باب تضییع الصلاۃ عن وقتھا رقم الحدیث)

"وہ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کس بات پر آپ رو رہے ہیں؟ فرمایا نبوی دور کی صرف نماز ہی ہمارے پاس باقی رہی تھی اور وہ بھی ضایع ہوتی دیکھ رہا ہوں۔"

پس جبکہ خود صحابہ کے زمانے میں یہاں تک ضیاع آگیا کہ صحابہ کرام حسرت کرتے اور روتے تھے تو بعد میں کئی تبدیلیاں واقع ہو سکتی ہیں اگر چہ امام بخاری نے اس پر "باب تضییع الصلاۃ عن وقتھا" منعقد کیا ہے مگر الفاظ عام ہیں اس روایت سے قبل اس باب میں امام بخاری نے جو روایت لکھی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ :

الیس قد صنعتم ما صنعتم فیھا (بخاری)

نیز اگر خاص "التضییع عن الا وقات" مراد ہے تو بھی وہی سوال ہے کہ جب نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد پھر خلفاء راشدینؓ کے عہد میں اوّل وقت میں اہتمام سے نماز پڑھی جاتی تھی تو پھر یہ تواتر کیسے لوگوں سے ختم ہوا۔

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اگر کہیں گے عدم الذکر عدم الوقوع کو مستلزم نہیں ہے طلاق ثلاثہ کے بارے میں جب تواتر کے خلاف امیرالمؤمنین عمر فاروقؓ نے فیصلہ دیا، خواہ کسی مصلحت کی بناء پر یا عارضی سمجھو یا یوں کہو کہ امیر المؤمنینؓ نے رجوع کیا وغیرہ وغیرہ۔ مگر کسی صحابی سے اعتراض منقول ہے۔ تراویح عہد نبوی (ﷺ) سے لیکر خلافت فاروقیہ تک آٹھ رکعت کا صریح ثبوت ملتا ہے اور کسی صحابی سے معتبر سند سے آٹھ رکعت سے زیادہ ثابت نہیں جن سے ثابت ہے تو ثمان رکعت تک، امیر عمرؓ سے (۲۰) بیس رکعت والی روایت صحیح نہیں شاذ ہے یا منقطع اور اب سوا

اہلحدیث کے سب جگہ چاروں فرقوں میں سب شہروں میں حتی کہ حرمین کے اندر بھی بیس (۲۰) پڑھی جاتی ہیں۔

خدارا! بتایئے! کہ تواتر کیسے بدلا اور کیسے کم ہوا اور اہلحدیث اب بھی الحمدللہ ہر جگہ آٹھ پڑھتے ہیں، اس لئے کہ حدیث سے اتنی ہی ثابت ہیں۔ اسطرح اسی مسئلہ میں خود آپ کچھ بھی کہیں کتنا ہی خلوالعصر ثابت کریں، مگر اہلحدیث کا تو وہی عمل رہے گا جو کہ الفاظ حدیث سے ثابت ہوا، لا غیرہ۔

الثامن عشر: ہاتھ باندھنے کا مسئلہ تو درکنار خود قیام بعد الرکوع کو دیکھئے رسول اللہ ﷺ کس قدر اس کو طویل کرتے تھے اس قیام میں کتنی طویل دعا پڑھتے تھے اور بعد میں بھی صحابہ میں اور سلف میں یہ عمل رہا۔ مگر اب اسطرح کا اہتمام اور اطمینان وطول اس قیام میں اور تو اور خود اہلحدیثوں میں نہیں رہا ہے۔ ان کی مساجد اور جماعت کو جاکر دیکھیں الا ماشآء اللہ چند محدود ایسے ملیں گے جو اس قیام کو سنت کے مطابق ادا کرتے ہونگے۔ باللہ! جواب دیں کہ یہ حتمی تواتر اور قطعی الثبوت عمل کیسے کم ہوا اور کم بھی ایسا کہ قریب الختم ہے پھر یہ سوال صحیح نہیں ہے۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ قیام بعد الرکوع کی مسنون کیفیت پر ہی تواتر نہ رہ سکا تو پھر ہاتھ باندھنے یا کھولنے پر تواتر کا نام لینا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔

التاسع عشر: جس طرح تفہیم الاسلام کے مصنف نے لکھا ہے کہ :

”صرف تواتر کافی نہیں ان احادیث کی بھی ضرورت ہے، جو کتابوں میں منضبط ہیں۔“

ہم بھی کہتے ہیں یہاں بھی صرف تواتر کا نام نہ لیں اور احادیث میں دیکھیں۔ ان میں صرف، باندھنے کا ذکر ہے اور ارسال کا نام ونشان تک نہیں۔ بس وہی عمل صحیح ہوگا جس کا ذکر حدیثوں میں ہوگا۔

العشرین: مسئلہ خلافیہ ہے کئی لوگ باندھنے کے قائل رہے ہیں پس اختلاف کے

وقت حکم ہے کہ :

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ (النساء :۵۹)

" پھر اگر کسی معاملہ پر تمھارے درمیان جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو ۔"

اور احادیث میں صرف وضع کا ذکر ہے ، نہ کہ اور فعل کا۔ پس وہی فیصلہ ہوگا اور اسی پر عمل ہوگا اللہ تعالیٰ سب کو صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔

الحادي والعشرون: یہ عمل یک لخت نہیں چھوڑا گیا جیسے جیسے قیام بعد الرکوع میں طول کم ہوتا گیا آہستہ آہستہ یہ عمل چھوٹتا گیا اسکی واضح دلیل یہ ہے کہ شروع سے لے کر آج تک کچھ نہ کچھ لوگ وضع الیدین بعد الرکوع پر عامل رہے ہیں۔ جس پر ہمارے رسائل شاہد ہیں ۔

الثاني والعشرون: محدثین کرام نے باب اسلئے نہیں باندھے کہ دونوں قیاموں میں ہاتھ کی کیفیت ایک تھی،کوئی فرق نہیں تھا اس لئے ایک ہی باب پر اکتفا کی۔ ہاں دعا اور قراءۃ کا صرف فرق تھا اس لئے ان دونوں کے لئے باب الگ رکھے جیسا کہ دو سجدوں میں کوئی فرق نہیں اس لئے ان کیلئے ایک ہی باب رکھا۔

الثالث والعشرون: یہ بھی کہنا غلط ہے کہ مذاکرہ میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکے حالانکہ جواب دیا گیا تھا ۔ الحمدللہ ! اوراق سابقہ ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

پس جب یہ سوال نہ رہا تو انکا کہنا بھی صحیح نہیں ہوا۔ لہذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رکوع کے بعد کبھی ہاتھ باندھے ہی نہیں گئے کیونکہ جس مقدمہ پر اسکی بناء تھی وہ گر گیا : فالمبنی علیہ مثلہ

الخامس والعشرون: پس یہ محض اندھیرے میں تیر مارنا اور رجما بالغیب کہنا ہے کہ قرناًبعد قرنٍ عمل چلا آتا ہے آبائی تقلید نہیں ہے"

ان کنت لا تدری فتلك مصیبة

وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

السادس والعشرون: آپ تسلیم کرتے ہیں کہ متواتر اعمال میں بعض ایسے ہیں جو ایک دوسرے کے ضد ہیں الخ پس اس تواتر کی دلیل نہ ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے جو اس کو دلیل تسلیم کیا جائے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِاللّٰهِ لَوَجَدُوْافِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء : ۸۲)

"اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔"

پس جو چیز مختلف فیہ ہو وہ حجت نہیں ہوسکتی۔ قرآن و حدیث میں اختلاف نہیں ہے، لہٰذا وہ اللہ کی طرف سے ہیں اور وہ حجت ہیں مگر لوگوں کا اجتہاد مختلف فیہ ہے لہٰذا ایک کا اجتہاد دوسرے پر حجت نہیں ہوتا۔

السابع والعشرون: حتیٰ کہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ حلال و حرام میں بھی ایک دوسرے کے خلاف تواتر ہوسکتا ہے۔ تو پھر ان مسائل میں ایسے تواتر کا کیا اعتبار؟

الثامن والعشرون: بقول آپ کے اس مضحکہ خیز اختلاف کو دور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان احادیث کو دیکھا جائے جو روایۃً محفوظ اور منضبط ہیں کہ آخر وہ کس کی تائید کرتی ہیں ۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ حدیثوں میں صرف وضع کا ذکر ہے ۔ اگر کوئی حدیث قیام ثانی یعنی بعد الرکوع کو اس سے مستثنیٰ کرتی ہے تو فبہا ورنہ ہاتھ باندھے ہی جائیں گے یہی اسلم طریقہ ہے۔

التاسع والعشرون: اسی طرح سلسلہ بنانا بھی کار آمد نہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہاتھ باندھتے تھے تو صحابہ کرام بھی باندھتے ہوں گے پھر تابعین بھی باندھتے ہوں گے اور اسطرح سلسلہ چلتا رہا۔ میں کہتا ہوں اس کی کوئی ضرورت نہیں، جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی مسائل میں جو تابعین سے قولاً خواہ عملاً اختلاف پایا جاتا ہے وہ اجتہاد کی بناء پر ہے۔ مثلاً مسئلہ فاتحہ خلف الامام کو لیجئے جبکہ مشہور حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بام القرآن۔ یعنی (سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں) صریحاً فاتحہ کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔ مگر بایں ہمہ بعض صحابہ اور تابعین فرضیت کے قائل

نہیں تھے۔ دیکھیں جزء القراۃ للبخاری وغیرہ۔

مگر محدثین اس اختلاف کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ حدیث کے الفاظ صاف ملتے۔

الثلاثون: اگر بالفرض کسی صحابی یا تابعی سے صریحاً ارسال بعد الرکوع قولاً یا عملاً ثابت ہوجائے تو بھی مرفوع حدیث اذاکان قائمًا (الحدیث) کا عموم اس سے خاص نہیں ہوسکتا۔ مثلاً اسی فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں جابرؓ کے قول الاوراء الامام (ترمذی وغیرہ) سے حدیث لا صلوٰۃ خاص نہیں ہوسکتی اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنھما کا ایک مشت کے بعد داڑھی کا کاٹنا نبوی عام حکم اعفوااللحی کو خاص نہیں کرسکتا۔ نیز علیؓ کا قول: لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع (ابن ابی شیبہ وغیرہ) اس سے جمعہ کا عام حکم خاص نہیں ہوسکتا۔

ایضاً حدیث الرقی والتمائم والتولة شرك (ابو داؤد، حاکم وغیرہ) کو کسی صحابی یا تابعی کے قول یا عمل سے اگر ثابت ہوجائے تو بھی خاص کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ پس اسی مسئلہ میں بھی اگر بفرض محال کسی صحابی یا تابعی سے قیام بعد الرکوع ارسال ثابت ہوجائے تو بھی حدیث کے عموم کو خاص کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

الحادی والثلاثون: یہ امر مسلم ہے کہ کسی صحابی یا تابعی سے بعد الرکوع ارسال صریحاً ثابت نہیں تو پھر ہمیں بھی کہنے کی اجازت دیجئے کہ ارسال بعد الرکوع تواتر عملی کے خلاف ہے۔

ناظرین! اسی معترض کی طرف سے ایک اور جواب جسکو ہم ناظرین کی عبرت کے لئے من وعن نقل کرتے ہیں۔ ایک عنوان قائم کرتے ہیں کہ:

"ترک رفع الیدین تاریخ کی روشنی میں"

پھر فرماتے ہیں کہ........

صحابہ کرام کے دور ہی میں بعض مخالف اسلام تحریکوں نے جنم لیا جن

میں خارجی اور سبائی تحریکیں سر فہرست ہیں۔ ان تحریکوں نے اسلامی ریاست کو پارہ پارہ کرنے کی ہی کوشش نہ کی، بلکہ سب سے پہلا مسلم معاشرہ جسکی تربیت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں رسول اللہ ﷺ نے کی تھی اسکو بھی بدنام کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بیخ کنی میں بھرپور کوشش کرتے رہے۔ قرآن و حدیث کو بے محل استعمال کرنا، قرآن وحدیث کے مقابلہ میں آرائے رجال کو پیش کرنا، متشابہات کی تاویلیں کرنا اور عقائد کو خراب کرنا، ان لوگوں کا خاص مشغلہ تھا۔ انہوں نے اسلامی عبادات اور قوانین میں بھی تبدیلی کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ صلوٰۃ جو دن میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے اسکو بھی انہوں نے بگاڑنے میں بھرپور زور لگایا اکثر نو مسلم ان کے فریب میں آگئے، فرقہ بندی کی ابتداء ہوئی اور اسطرح ایک اسلام کے کئی اسلام بن گئے۔

فرقہ بندی نے شخصی عقیدت کو پیدا کیا۔ شخصی عقیدت نے شخص پرستی کو جنم دیا۔ شخصیت پرستی نے تقلید شخصی اور جمود کیلئے راہ ہموار کی، فرقہ وارانہ مسائل کی حمایت میں حق پوشی ہونے لگی اور اسکے بعد حق کا انکار ہونے لگا۔ حتیٰ کہ یہ حمایت ترقی کرتے کرتے حمیت جاہلیت تک پہنچ گئی۔ حمیت اور جاہلیت کی جیاد پر سنتوں کو چھوڑا جانے لگا۔ پورے اسلام کو کس کس طرح مسخ کیا گیا، یہ تو ایک طویل مضمون ہے۔ ہم صرف ترک رفع الیدین پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اصل مضمون کی ابتداء کریں یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ترک سنن کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی اور صلوٰۃ کو بحیثیت مجموعی کب اور کس طرح بدلا گیا۔

سنتوں کا ترک

عن انس قال ما اعرف شيئًا مما كان على عهد النبى ﷺ، قيل: الصّلاة؟ قال: اليس صنعتم ماصنعتم فيها (صحيح بخارى كتاب المواقيت باب تضييع الصلاة عن وقتها رقم الحديث: ٥٢٩)

ایک دن انسؓ نے لوگوں سے فرمایا جو چیزیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھیں ان میں سے اب کوئی چیز نظر نہیں آتی لوگوں نے پوچھا (کیا) صلوٰۃ (بھی اس طریقہ پر نہیں ہے) انسؓ نے فرمایا: "صلوٰۃ میں بھی تو تم لوگوں نے کیا کیا (تغیر و تبدل) کردیا۔

عن عثمان قال: سمعت الزهری یقول: دخلت علی انس بن مالك بدمشق وهو یبکی فقلت له، ما یبکیك؟ فقال: لاَاعرف شیئا مما ادرکت الا هذه الصلاة، وهذه الصلاة قد ضیعت.

(صحیح بخاری کتاب المواقیت باب تضییع الصلاة عن وقتها رقم الحدیث: ۵۳۰)

عثمان کہتے ہیں کہ میں نے امام زھری سے سنا وہ فرماتے تھے: "میں (ایک دن) دمشق میں انسؓ سے ملنے گیا (میں نے دیکھا کہ) وہ رو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کس چیز نے آپکو رلایا؟ انسؓ نے فرمایا کہ جو باتیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیکھی تھیں ان میں سے اب مجھے کوئی نظر نہیں آتی سوائے صلوۃ کے اور حقیقت یہ ہے کہ صلاۃ بھی ضایع کردی گئی (یعنی وہ بھی اصلی حالت پر باقی نہیں رہی)

امّ درداء کہتی ہیں:

دخل علی ابو الدرداء وهومغضب فقلت: ما اغضبك؟ فقال: والله ما اعرف من امة محمد ﷺ شیئا الا انهم یصلون جمیعا.

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب فضل صلاة الفجر فی جماعة رقم الحدیث: ۶۵۰)

(ایک دن) ابو درداء غصہ کی حالت میں میرے پاس آئے میں نے کہا کس چیز نے آپکو غصہ دلایا ہے؟ ابو درداء نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں محمد ﷺ کی امت میں کوئی بات (اصلی حالت پر) نہیں پاتا سوائے اسکے کہ

یہ لوگ جماعت سے صلوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

مالک بن ابی عامر الاصبحی کہتے ہیں :

مااعرف شیئا مما ادرکت علیه الناس الا النداء بالصلوٰۃ (مؤطا امام مالك۔ باب مآجاء فی النداء للصلوٰۃ ص:۲۵ وسنده صحیح)

میں نے لوگوں کو (یعنی صحابہ کرام کو) جس حالت پر دیکھا تھا اس میں سے اب کسی چیز کو نہیں دیکھتا سوائے اذان برائے صلوٰۃ کے (وہ اپنی اصلی حالت پر موجود ہے)

مندرجہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ عہد صحابہ و تابعین ہی میں عراق و شام وغیرہ ممالک کے اکثر لوگ سنتوں کو ترک کرنے لگے تھے۔ سنتوں کے ترک کو دیکھ کر صحابہ کرام کو بہت افسوس و صدمہ ہوتا تھا۔

سنتیں ترک کرانے کی کوشش

جابر بن سمرۃؓ کہتے ہیں کے عمرؓ نے کوفہ کے گورنر سعدؓ سے فرمایا :

لقد شکوك فی کل شیء حتی الصلاة قال اماّ انا فامد فی الاولیین واحذف فی الاخریین ولا الوما افتدیت من صلاة رسول ﷺ قال صدقت ذاك ظنیّ بك (صحیح بخاری باب یطول فی الاولیین)

کوفہ والوں نے ہر معاملہ میں تمہاری شکایت کی ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے صلوٰۃ کے متعلق بھی تمہاری شکایت کی ہے (کہ تم صلوٰۃ سنت کے مطابق نہیں پڑھتے) سعدؓ نے فرمایا میں پہلی دو رکعتوں میں طول دیتا ہوں اور آخری دو میں تخفیف کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ عمرؓ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ تمہارے متعلق میرا یہی گمان تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوفہ والے نہ یہ کہ خود سنت کے مطابق

صلوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے بلکہ صحابہؓ کو بھی مجبور کرتے تھے۔ کہ وہ بھی سنت کے خلاف صلوٰۃ ادا کریں ۔ حتیٰ کہ گورنر پر زورڈالتے تھے کہ وہ بھی سنت کے طریقے کو ترک کر کے انکا ہموا بن جائے۔

نئے نئے ملک فتح ہوتے جارہے تھے۔ نو مسلمین کی تعداد بڑھتی جارہی تھی مرکز اسلام دار الهجرة مدینة النبی سے دوری کے باعث نو مسلمین کی اکثریت میں پختگی پیدا نہیں ہوئی تھی مختلف تخریبی تحریکوں کا شکار بھی یہی لوگ ہوتے تھے مزید برآں تنزل ایک فطری چیز تھی جتنا زمانہ گذرتا گیا اور نبوت سے بعد ہوتا چلا گیا اتنا ہی تنزل بڑھتا چلا گیا۔ جو جذبہ ایمان صحابہ کرامؓ میں تھا وہ تابعین میں باقی نہ رہا اور جو جذبہ ایمان تابعین میں تھا وہ تبع تابعین میں باقی نہ رہا۔ یہ تنزل تدریجی تھا لیکن فطرت کے عین مطابق تھا۔

صلوٰۃ کے طریقہ میں ' بلکہ پورے دین کے معاملہ میں تدریجی طورپر تبدیلی آتی رہی۔ تنزل کی اس تیز رفتاری سے صرف ایک شہر محفوظ تھا، اور وہ تھا مدینہ منورہ۔ انسؓ دوسری جگہ لوگوں کی دینی حالت دیکھ کر روتے تھے لیکن وہی انسؓ جب کافی عرصہ کے بعد مدینہ منورہ واپس آئے تو ان سے سوال کیا گیا۔

ماانکرت منذیوم عهدت رسول ﷺ قال ماانکرت شیئا الا انکم لا تقیمون الصفوف۔ (صحیح بخاری باب اثم من لم یتم الصفوف)

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کی روشنی میں آپ ہم میں کونسی بات بری دیکھتے ہیں ؟ انسؓ نے فرمایا: "میں کوئی بری بات نہیں دیکھتا سوائے اسکے کہ تم صفیں سیدھی نہیں کرتے۔"

گویا مدینہ منورہ کے لوگ کافی عرصہ تک صحیح اسلام پر قائم رہے۔ مندرجہ بالا احادیث و آثار سے ثابت ہوا کہ صلوٰۃ کے طریقہ میں تبدیلی آرہی تھی اور مسنون طریقہ آہستہ آہستہ متروک ہوتا چلا جارہا تھا۔ اب ہم خاص رفع الیدین کے ترک پر روشنی ڈالتے ہیں۔ (صلوۃ المسلمین ص ۴۱۶ تا ۴۲۵ طبع مذکور)

قارئین کرام! اس عبارت کو پڑھیں اور پڑھیں پھر پڑھیں اور غور فرمائیں کہ اب بھی اس دلیل کی کوئی حیثیت رہتی ہے؟ جب اس قسم کی تبدیلیاں قرن اول میں ہی ہوچکی تھیں تو پھر یہ سوال کسی کام کا نہیں رہا۔ ہمیں واثق امید ہے کہ ہمارے مہربان معترض بالقابہ ہماری ان معروضات کو پڑھ کر اپنے خیالات پر نظر ثانی فرمائیں گے۔

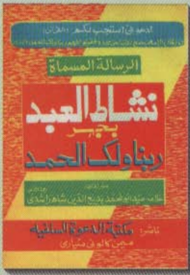
واللہ الهادی الی سواء السبیل۔



تعارف

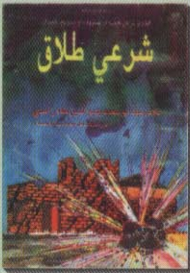
مکتبۃ الدعوۃ السلفیۃ

قیام : ۱۹۸۵ء میں **جمیعت اہلحدیث سندھ**
کے مرحوم امیر علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ
کے مشورے سے ادارہ ہذا کا قیام عمل میں آیا



اغراض و مقاصد

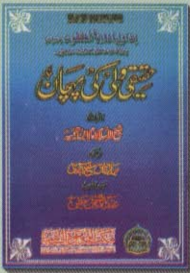
- توحید وسنت کی بترویج
- صحیح عقائد پر مبنی لٹریچرز کی اشاعت
- شرک وبدعت' باطل مذاہب' باطل عقائد ونظریات کی تردید
- عوام الناس کو الٰہی اور نبوی تعلیمات سے روشناس کرانا
- علماء حق کی عربی اور اردو تصانیف کو سندھی زبان میں منتقل کرنا
- خصوصاً علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ کی تصانیف کو مختلف زبانوں میں منتقل کرنا اور غیر مطبوعہ تصانیف کو منظر عام پر لانا۔



خوشخبری

احباب کی دیرینہ خواہش اور تبلیغی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ادارہ ہذا نے جامع محمدی مسجد اہلحدیث قلعہ دروازہ حیدر آباد کے نزد فروخت کتب کا ایک مرکز قائم کیا ہے۔

جہاں پر علماء اہلحدیث کی تصانیف' سلفی اداروں' دارالسلام' مکتبہ السلفیہ' مکتبہ قدوسیہ' گرجاکھی کتب خانہ' اسلامی اکادمی' نعمانی کتب خانہ' مکتبۃ اہلحدیث ٹرسٹ' مکتبہ اسلامیہ' مکتبہ نورحرم کے علاوہ دیگر اداروں کی سندھی' اردو' عربی اور انگریزی مطبوعات رعایتی قیمت پر دستیاب ہیں۔ نیز دنیا بھر کے نو (۹) سلفی علماء کے تصدیق شدہ شفیق پریس کے قرآن مجید اور اس کے علاوہ دیگر اداروں کے قرآن مجید' تفاسیر' احادیث' تاریخ اور زندگی کے ہر گوشہ سے تعلق رکھنے والی اسلامی کتب اور دینی مدارس کے نصاب کی کتب کے علاوہ جید علماء کرام کے خطابات اور قراء عظام کی تلاوت کی کیسٹیں بھی بارعایت دستیاب ہیں۔

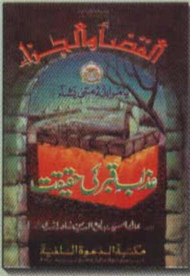


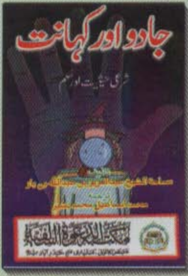
ادارہ ھذا نے ایک ماہانہ تبلیغی سلسلہ بنام اہلحدیث کے امتیازی مسائل' سندھی اور اردو میں شروع کیا ہے

تمام اہل ثروت حضرات کو اس سلسلے میں ادارہ ہذ ہ سے مالی تعاون کی اپیل کی جاتی ہے۔









Designed by Fair Fan